تحقیق و تنقید

حضرت مروان بن حکم اموی اور امام بخاری

ڈاکٹر محمد یٰسین مظہر صدیقی

امام بخاری (ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل، ۱۳ر شوال ۱۹۴ھ/ اگست ۸۱۰ء - ۱ر شوال ۲۵۶ھ/ ۳۱ر اگست ۸۷۰ء)[1] کے اولین راویوں میں ایک حضرت مروان بن حکم اموی (۲ھ/۶۲۴ء - ۶۵ھ/۶۸۰ء) بھی ہیں[2] امام موصوف نے ان سے متعدد روایات واحادیث اپنی جامع صحیح کی مختلف کتب اور ان کے ابواب میں نقل کی ہیں۔ ان میں سے بعض احادیث و روایات حضرت مسور بن مخرمہ زہری (۲ھ/۶۲۴ء - ۶۴ھ/۶۸۴ء)[3] کی مرویات کے ساتھ آمیز کرکے مشترکہ روایات

---

[1] حیات وسوانحِ امام بخاری کے لیے ملاحظہ ہو: اردو دائرہ معارفِ اسلامیہ، لاہور، مقالہ "البخاری" از عبدالقیوم، عبدالسلام مبارک پوری، سیرۃ البخاری، مطبع احمدی پٹنہ ۱۳۲۹ھ؛ ابن حجر عسقلانی، ہدی الساری مقدمہ فتح الباری دارالسلام، الریاض ۱۹۹۷، دسویں فصل، بالخصوص ۶۶۸-۸۸

[2] ابن سعد، دار صادر بیروت ۱۹۵۷ء، ۵/۳۴-۳۵؛ ابن القیسرانی، کتاب الجمع بین رجال الصحیحین، حیدرآباد ۱۳۲۳ھ، ۲/۲-۵۰۱۔ ابن اثیر، اسد الغابہ، تہران ۱۳۴۴ھ، ۴/۳۴۸-۳۴۹؛ ابن حجر عسقلانی الاصابہ خاکہ نمبر ۷۹۱۶/ قسم ثانی۔

حضرت مروان بن حکم اموی کی صحابیت میں اختلاف ہے۔ یہ بحث تحقیق طلب بھی ہے اور نظرِ ثانی کے لائق بھی۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: ابن کثیر دمشقی، البدایۃ والنہایۃ، مطبعۃ السعادۃ، مصر، ۸/۲۵۷ وما بعد: وھو صحابی عند طائفۃ کثیرۃ لانہ ولد فی حیاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم، وروی عنہ فی حدیث صلح الحدیبیۃ.... بخاری (التاریخ الکبیر، حیدرآباد دکن- ۱۳۶۰ھ، ۴/۹-۳۶۸، خاکہ نمبر ۱۵۷۹) کے نزدیک تابعی تھے۔

[3] ابن اثیر، اسد الغابہ، تہران، ۱۳۴۴ھ، ۴/۶-۳۶۵؛ ابن حجر، الاصابہ خاکہ نمبر ۷۹۹۵/ قسم ثانی =

کی حیثیت سے بیان کی ہیں اور کچھ صرف حضرت مروان کی سند و روایت کی بنا پر بیان کی ہیں۔ ان کی مشترکہ روایات ہوں یا منفرد احادیث، دونوں سے بہت قیمتی معلومات حاصل ہوتی ہیں، اہم مسائل مستنبط ہوتے ہیں اور احکام معلوم ہوتے ہیں۔ اس مقالہ میں انھیں کا بیان، تجزیہ اور مطالعہ مقصود ہے۔

(الف) بیان و مطالعہ

حضرت مروان سے پہلی روایتِ بخاری جو ان کی انفرادی سند پر مروی ہے، حج کی دو قسموں۔ تمتّع اور قِران ۔۔ کے بارے میں ہے۔ راویٔ موصوف فرماتے تھے کہ "میں نے حضرات عثمان و علی رضی اللہ عنہما کا مشاہدہ کیا۔ حضرت عثمان حج تمتّع اور حجِ قِران سے منع کرتے تھے۔ جب یہ بات حضرت علی نے دیکھی تو حج و عمرہ دونوں کا ایک ساتھ احرام باندھا اور کہا کہ میں کسی کے قول کی بنا پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت نہیں چھوڑ سکتا۔"[1]

امام بخاری نے اسی مضمون و موضوع کی تائیدی روایت حضرت سعید بن مسیّب مخزومی (۱۳ھ-۹۴ھ/۶۳۴ء-۷۱۳ء) سے نقل کی ہے جس کے مطابق حضرات عثمان و علی رضی اللہ عنہما میں تمتّع کے بارے میں یہ اختلاف عسفان نامی مقام پر ہوا تھا۔

امام بخاری نے دوسری حدیثِ نبوی حضرات مروان و مسور کی مشترکہ سند اور

= حضرت مروان کے ہم عمر تھے۔ ان کی صحابیت پر عام طور سے اتفاق ہے۔ نیز بخاری، التاریخ الکبیر، ۴/۱۰۱۴: حاکم، ۱۷۹۸: مسور بن مخرمہ بن نوفل بن عبد مناف، ابوعبدالرحمٰن القرشی، یعدّ فی المکیین، لہ صحبۃ۔ ابن حزم اندلسی جمہرۃ انساب العرب، دارالمعارف مصر ۱۹۴۸ء، ۱۲۰۔ والذہبی صحابی اور خود ذہبی: لہ صحبۃ وکان فاضلا

[1] کتاب الحج، ۳۴۔ باب التمتّع والقرآن والاِفراد بالحج وفسخ الحج لمن لم یکن معہ ہدی، حدیث ۱۵۶۳

حدیثِ مذکورہ پر بحث کے لیے ملاحظہ ہو: فتح الباری ۳/۳۶-۵۳۵۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حجِ تمتّع کے بارے میں دو مجتہد اماموں کا اختلاف تھا اور دونوں کا اجتہاد صحیح تھا۔ چونکہ دونوں بزرگانِ کرام امام مجتہد تھے اس لیے ایک کی رائے کا ماننا دوسرے کے لیے ضروری نہیں تھا۔ امام نسائی کی ایک روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عثمانؓ نے اس قول سے رجوع کرلیا تھا۔ حافظ ابن الحاجب کے بقول حج تمتّع پر ائمہ احناف اور حنابلہ کا اختلاف ہے۔ تفصیل کے لیے فتح الباری کی مذکورہ بالا بحث ملاحظہ ہو نیز ۳/۵۴۴

مدغم متن سے نقل کی ہے۔ اس حدیث کا تعلق قبیلۂ ہوازن کے وفد کی آمد، ان کی درخواست اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ سے ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ (جنگِ حنین کے بعد) جب ہوازن کا وفد خدمتِ نبوی میں حاضر ہوا تو اس نے مال اور قیدی دونوں انھیں واپس کرنے کی درخواست کی۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مال یا قیدیوں میں سے کسی ایک کو منتخب کرنے کا اختیار دیا۔ وفدِ ہوازن نے دونوں کی واپسی پر اصرار کیا لیکن پندرہ دن گذرنے کے بعد بھی موقفِ نبوی میں لچک نہیں پائی تو قیدیوں کی واپسی پر راضی ہو گئے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خطبہ ارشاد فرمایا جس میں مجاہدینِ غزوہ کو قیدی واپس کرنے کا مشورہ دیا اور سب نے بخوشی اپنے اپنے حصہ کے قیدی لوٹا دیے اور ان کے سرداروں (عُرفاء) نے مجاہدین کی رضامندی کی تصدیق کی[1]

اسی حدیثِ نبوی کا ایک دوسرا متن مختلف سند سے امام بخاری اپنی عادت وطریق کے مطابق دوسرے باب میں لائے ہیں اور کتاب بھی مختلف ہے۔ اس میں یہ مذکور ہے کہ جب وفدِ ہوازن آیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ تمہارے بھائیوں نے توبہ کر کے حاضری دی ہے لہٰذا میری رائے ہے کہ ان کے قیدی ان کو واپس کردوں۔ تمام لوگوں نے آپ سے اتفاق کیا[2]

وفدِ ہوازن سے متعلق مذکورہ بالا حدیثِ نبوی کا تیسرا متن امام بخاری کی تیسری سند سے ایک اور باب میں نقل ہوا ہے۔ یہ روایت پہلی روایت سے زیادہ قریب ہے، بعض اختلافات کے ساتھ۔ لیکن اس کا مفہوم کتاب العتق والے باب کی روایت کے عین موافق ہے۔ البتہ امام بخاری نے اس سے ایک نیا فقہی جزئیہ یا مسئلہ نکالا ہے جیسا کہ ان کا معمول ہے کہ وہ ایک ہی حدیث یا روایت کو مختلف ابواب وکتب میں لاتے ہیں اور ان سے نئے مسائل نکالتے ہیں[3]

---

[1] کتاب العتق، ۱۳۔ باب من ملک من العرب رقیقاً فوہب وباع وجامع وفدی وسبی الذریۃ۔ حدیث نمبر: ۴۰-۲۵۳۹؛ فتح الباری، ۵/۱۱-۲۰۹۔ حافظ ابن حجر نے باب پر تو بحث کی ہے مگر اس حدیث پر کوئی کلام یہاں نہیں کیا۔

[2] کتاب الہبۃ، ۱۰۔ باب من رأی الہبۃ الغائبۃ جائزۃ۔ حدیث نمبر: ۸۴-۲۵۸۳؛ فتح الباری، ۵/۹-۲۵۸

[3] کتاب الہبۃ، ۲۴۔ باب اذا وہب جماعۃ لقوم؛ فتح الباری، ۵/۷۹-۲۷۸۔ مختلف کتب اوران:

صلح حدیبیہ سے متعلق ایک طویل ترین حدیث نبوی امام بخاری نے حضرات مسور بن مخرمہ اور مروان کی متعدد سند سے نقل کی ہے جو تقریباً ساڑھے چار صفحات پر آئی ہے اس کے بنیادی نکات اور اہم مضامین کا خلاصہ یوں کیا جا سکتا ہے۔ حدیبیہ کے زمانے میں جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ کے لیے روانہ ہوئے تو راستہ میں حضرت خالد بن ولید مخزومی کے بارے میں معلوم ہوا کہ وہ مسلمانوں کو روکنے کے لیے قریش کا ایک طلیعہ لا رہے ہیں تو آپؐ نے راستہ بدل دیا اور حدیبیہ میں قیام فرمایا۔
سفر کے دوران ناقۂ نبوی — قصواء — کا اور قیام حدیبیہ کے دوران پانی کا معجزہ رونما ہوا۔

بدیل بن ورقاء خزاعی نے خدمت میں حاضر ہو کر خبر دی کہ بنو کعب بن لوی اور عامر بن لوی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خانۂ کعبہ تک نہ پہونچنے دینے کا تہیہ کر لیا ہے۔ آپ نے حضرت بدیل کے ذریعہ قریش کو خبر بھیجی کہ آپ صرف عمرہ کرنے آئے ہیں اور اگر وہ چاہیں تو صلح کا معاہدہ کریں یا اسلام قبول کریں یا اسلام قبول کریں اور امن و امان کی زندگی بسر کریں۔ ورنہ تا حیات آپ ان سے جہاد کریں گے۔

حضرت بدیل کی پیغام رسانی کے بعد قریش میں بحث و مباحثہ ہوا، پھر عروہ بن مسعود ثقفی نے خدمتِ نبوی میں حاضری دے کر گفتگو کی اور واپس جا کر قریش کو صلح کرنے کا مشورہ دیا۔ پھر ایک کنانی شخص آیا جس نے واپس جا کر قریش کو سمجھایا کہ مسلمانوں کو عمرہ کرنے دیں۔ پھر مکرز بن حفص کی سفارت آئی اور بالآخر سہیل بن عمرو عامری نے معاہدۂ صلح کیا۔ آخر میں حضرت ابوبصیر کا واقعہ بھی ہے[1]

= کے مختلف ابواب میں ایک ہی حدیث کے لانے کے طریقۂ امام پر بحث کے لیے مقالہ کا دوسرا حصہ ملاحظہ ہو۔

[1] کتاب الشروط، ۱۵- باب الشروط فی الجہاد والمصالحۃ مع اہل الحرب، وکتابۃ الشروط، حدیث نمبر ۳۲-۲۷۳۱؛ فتح الباری، ۵/۳۲-۴۰۳ بالخصوص اولین صفحات ۴۰۸-۴۰۳ متنِ حدیث کے لیے اور بقیہ ۳۲-۴۰۸ ابنِ حجر کی تشریحِ متن کے لیے۔ اس روایتِ حضرت مروان میں معمر کی امام زہری سے روایت کا حصہ بھی مدغم کیا گیا ہے۔

ثنیہ نامی مقام پر ناقہ قصواء بیٹھ گئی تو لوگوں نے باتیں بنائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو =

اس سے قبل ہی حدیثِ نبوی حضرات مروان ومسور بن مخرمہ سے مختصراً کتاب الشروط کے آغاز میں نقل کی ہے اور اس کی بنیادی تعلیمات یہ ہیں: حضرات مروان ومسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہما نے اصحابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے خبر دی کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سہیل بن عمرو نے معاہدہ طے کیا تو سہیل نے یہ شرط رکھی کہ مکہ والوں میں سے اگر کوئی آپ کے پاس آئے گا تو اسے واپس کرنا ہوگا خواہ وہ آپ ہی کے دین پر ہو۔ مسلمانوں کو یہ شرط ناپسند تھی، مگر سہیل نے اسی شرط پر معاہدہ کرنے پر اصرار کیا۔ لہٰذا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شرط قبول کر لی اور اس کے مطابق حضرت ابوجندلؓ اور تمام مسلمانوں کو جو حاضر خدمتِ نبوی ہوئے واپس کر دیا۔ البتہ جب مومن خواتین جن میں حضرت ام کلثومؓ بنتِ عقبہ اموی بھی شامل تھیں ہجرت کر کے مدینہ پہونچیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اہل وخاندان والوں کے اصرار کے باوجود انھیں واپس کرنے سے انکار کر دیا کیونکہ سورہ ممتحنہ:۱۰ نے ان کی واپسی

یے فیل کے روکنے والے نے روک لیا ہے پھر حرمات اللہ کی تعظیم کا آپ نے وعدہ کیا اور ناقہ کو تنبیہ کی تو وہ چل پڑی۔

پانی کا معجزہ یہ تھا کہ آپ کی برکت سے تھوڑا سا پانی سب کے لیے کافی ہو گیا۔

عروہ بن مسعود ثقفی سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طویل گفتگو ہوئی جس میں حضرات ابوبکر ومغیرہ بن شعبہ ثقفی نے بھی حصہ لیا لیکن اصل معاہدۂ صلح سہیل بن عمرو عامری سے طے پایا۔ موخر الذکر کے اعتراض و اصرار پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بسملہ کی بجائے باسمک اللہم لکھنا منظور فرمایا اور "رسول اللہ" کا فقرہ مٹا کر محمد بن عبد اللہ لکھوایا۔ اس سال واپس جانے اور دوسرے سال عمرہ کرنے آنے کی شرط کے علاوہ مسلمانانِ مکہ کو واپس کرنے کی شرط قبول کر لی۔ حضرت ابوجندلؓ وغیرہ کو اسی کے مطابق اسی وقت واپس کر دیا۔ حضرت عمرؓ کے مباحثہ و مکالمہ اور مسلمانوں کے رنج واندوہ کا ذکر بھی ہے۔ حضرت ام سلمہ کے مشورہ پر حلق ونحرِ نبوی اور مسلمانوں کی پیروی کا حوالہ ہے۔ مومن مہاجرات کی واپسی کی شرط کی تنسیخ کا حوالہ ہے اور حضرت ابوبصیر کا واقعہ یہ ہے کہ ان کو شرطِ معاہدہ کے مطابق واپس کر دیا گیا، مگر وہ دو دشمنوں میں سے ایک کو قتل کر کے سمندر کے کنارے جا بسے، جہاں دوسرے گرفتارانِ بلا ان سے آملے اور مردوں کے بارے میں بھی واپسی کی شرط منسوخ ہو گئی۔

ممنوع اور اس سے متعلق شرط منسوخ کر دی تھی[۱]

صلح حدیبیہ کی مفصل حدیثِ مسور و مروان کا ایک حصہ امام بخاری نے ایک اور مقام پر نقل کیا ہے۔ اس میں اصل نکتہ یہ ہے کہ ان دونوں اولین راویوں کے حوالے سے تین معلومات دی گئی ہیں: ۱۔ سنۂ حدیبیہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک سو پندرہ (بضع عشرة مائة) صحابہ کرام کے ساتھ روانہ ہوئے ۲۔ ذوالحلیفہ میں ہدی کو قلادہ پہنایا اور اشعار کیا اور ۳۔ وہیں سے احرام باندھا[۲]

کتاب المغازی میں صلح حدیبیہ سے متعلق مذکورہ بالا حدیثِ مسور بن مخرمہ و مروان بن حکم کو آگے امام بخاری نے پھر نقل کیا ہے اور اس میں بعض نئی معلومات دی ہیں جو مختصراً یہ ہیں: ذوالحلیفہ سے عمرہ کا احرام باندھا، ایک خزاعی کو جاسوس بنا کر بھیجا، غدیر الاشطاط نامی مقام پر جاسوسِ مذکور نے آکر خبر دی کہ قریش نے فوجیں جمع کر لی ہیں اور وہ آپ کو روکیں گے، جنگ کریں گے اور خانۂ کعبہ تک نہ پہنچنے دیں گے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام سے مشورہ کیا۔ حضرت ابوبکر نے رائے دی کہ آپ تو بیت اللہ کے لیے نکلے ہیں اور کسی کو قتل کرنا چاہتے ہیں نہ کسی سے جنگ، لہٰذا جو ہمیں روکے گا ہم اس سے جنگ کریں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو اللہ کے نام پر چل پڑو![۳]

اسی کتاب و باب میں مذکورہ بالا حدیثِ حضرات مروان و مسور کا ایک اور متن امام بخاری نے نقل کیا ہے۔ الفاظ کی تبدیلی کے ساتھ وہ صلح حدیبیہ کے اس متنِ حدیث کے مماثل ہے جو کتاب الشروط کے آغاز میں نقل ہوا ہے۔ اس کے بنیادی نکات ہیں: صلح حدیبیہ والے دن ایک مدت کے لیے معاہدہ، سہیل بن عمرو کی شرط کہ مکہ والوں کو واپس کرنا ہوگا، مسلمانوں کا انقباض و کلام، سہیل کا اصرار اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے شرط پر رضامندی اور حضرت ابوجندل وغیرہ کی مسلمانوں کی واپسی، مومنات

---

[۱] کتاب الشروط، ۱۔ باب ما یجوز من الشروط فی الاسلام والاحکام والمبایعة، حدیث نمبر: ۱۲-۲۷۱۱؛ فتح الباری، ۵/۴-۳۸۳

[۲] کتاب المغازی، ۳۵۔ باب غزوة الحدیبیة۔۔۔۔ فتح الباری، ۷/۵۔۵۵۴ و مابعد، حدیث نمبر ۵۸-۱۵۷ا۴۔

[۳] کتاب المغازی، ۳۵۔ باب غزوة الحدیبیة۔۔۔۔ حدیث نمبر: ۷۹-۴۱۷۸؛ فتح الباری، ۷/۶۷-۵۶۵

مہاجرات اور حضرت ام کلثومؓ اموی کے باب میں حکمِ الٰہی کے سبب شرطِ مذکورہ کی منسوخی۔[۱]

صحیح بخاری میں حضرت مروان بن حکم اموی سے آخری حدیث ان کی انفرادی سند پر حضرت زبیر بن عوام اسدیؓ (۳۰ ق ھ - ۳۶ھ/۵۹۰-۶۵۸ء) کے مناقب کے باب میں بیان ہوئی ہے۔ جس کے بنیادی نکات یہ ہیں: سنۃ الرعاف (نکسیر وبائی طور پر پھوٹ پڑنے کا سال) میں حضرت عثمان بن عفانؓ کو شدید نکسیر پھوٹنے (رُعاف) کی بیماری لاحق ہوئی جس نے ان کو حج سے روک دیا۔ انھوں نے اپنی وصیت تیار کر لی تو قریش کے ایک شخص نے خلیفہ نامزد کرنے کی درخواست کی۔ حضرت عثمانؓ نے پوچھا کہ کیا لوگوں کا بھی یہی خیال ہے؟ مشیر نے کہا: ہاں۔ دوسرے شخص جن کا نام غالباً حارث تھا، نے بھی جب یہی مشورہ دیا اور لوگوں کا عندیہ بتایا تو نامزد خلیفہ کے بارے میں پوچھا کہ کسے نامزد کردوں یا لوگ کسے چاہتے ہیں؟ پہلے تو حارث مشیرِ اول کی مانند چپ رہے پھر بتایا کہ لوگ حضرت زبیرؓ کو چاہتے ہیں۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا: اس ذاتِ والا کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! میرے علم کی حد تک وہ لوگوں میں سب سے بہتر ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی سب سے زیادہ محبوب تھے۔
اسی حدیث کا دوسرا متن مختصراً یہ ہے کہ حضرت مروان حضرت عثمانؓ کی خدمت میں موجود تھے کہ ایک شخص نے آکر خلیفہ نامزد کرنے کی ان سے درخواست کی۔ حضرت عثمانؓ کے استفسار پر اس نے حضرت زبیرؓ کا نام لیا تو حضرت عثمانؓ نے تین بار فرمایا: اللہ کی قسم! تم جانتے ہو کہ وہ تم میں سب سے بہتر ہیں۔[۲]

۱ھ کتاب المغازی، ۳۵۔ باب غزوۃ الحدیبیۃ.... حدیث نمبر ۴۱۸۰-۴۱۸۱؛ فتح الباری، ۷/۶۷-۵۶۶

۲ھ کتاب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم، باب ۱۳: باب مناقب الزبیر بن عوام، حدیث نمبر ۳۷۱۷ اور ۳۷۱۸۔ فتح الباری، ۷/۱۰۳-۱۰۱۔ حافظ ابن حجر کے مطابق سنۃ الرعاف سے ۳۱ھ مراد ہے جیسا کہ عمر بن شبہ نے کتاب المدینۃ میں لکھا ہے اور یہ اضافہ کیا ہے کہ حضرت عثمان نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کے لیے وصیتِ ولیعہدی کردی تھی جسے ان کے کاتب حمران نے حضرت عبدالرحمٰن کو بتادیا۔ حضرت زبیر کے لیے ملاحظہ ہو: ابن اثیر، اسد الغابہ ۲/۹-۱۹۶؛ ابن حجر، اصابہ ۲۷۸۹۔ وفات/شہادت بعد وقعہ جمل ۳۶ھ/۶۵۸ء بعمر ۶۷ سال۔ نیز طبری، تاریخ الرسل والملوک، دار المعارف ۱۹۶۲ء، ۴/۵۰۱ تا ۵۰۸ و مابعد واقعہ جمل کی روایاتِ طبری۔ =

(ب) تنقیح و تحلیل

امام بخاری بعض اوقات ایک ہی روایت مختلف کتب و ابواب میں لاتے ہیں۔ بالعموم ہر باب و کتاب میں اس کی سند بدل جاتی ہے۔ یہ لازمی نہیں کہ پوری سند میں تبدیلی واقع ہو جائے۔ ایک دو راوی کا فرق و اختلاف بھی کافی ہوتا ہے۔ اکثر و بیشتر اسناد کی تبدیلی، فرق اور اختلاف کی بنا پر روایت کو نیا، جدید اور مختلف سمجھا جاتا ہے۔ بہت سے ناقدینِ حدیث نے اسے تکرار کا نام بھی دیا ہے اور اسی وجہ سے بخاری کی صحیح کی اصل احادیث اور مکرّرات میں امتیاز کیا جاتا ہے۔ مزید برآں صحیح بخاری کی کل مرویات کی تعداد میں بھی فرق آجاتا ہے[1]۔

= حدیثِ مذکور میں حارث نامی مشیر سے مراد حضرت مروان کے برادر حارث بن حکم اموی ہیں جیسا کہ ابن حجر نے واضح کیا ہے: ... الحارث ای ابن الحکم وہو اخو مروان راوی الخبر ۱۰۳/۷

عمر بن شبہ کی روایت کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف زہری کو خلیفہ نامزد کر دیا گیا تھا صحیح نہیں معلوم ہوتی ہے۔ عمر بن شبہ بہت زیادہ معتمد نہیں۔ دوسرے حضرت عبدالرحمٰن کی اس واقعہ کے چھ ماہ بعد ۳۲ھ میں وفات ہوگئی تھی۔ ممکن ہے کہ لوگوں نے حضرت عثمانؓ سے خلیفہ کی نامزدگی کی درخواست اس کے بعد کی ہو۔ حضرت حمران کے بتا دینے کے بعد وصیت خفیہ نہیں رہی ہوگی بالخصوص خلیفہ کے حکمِ اخفا کی نافرمانی کے پاداش میں ان کی جلاوطنی بصرہ کے بعد۔

[1] ہدی الساری، مذکورہ بالا، فصل دہم ۵۹-۴۶۵؛ نیز فصل سوم ۲۰-۱۹

حافظ ابن الصلاح کے مطابق صحیح بخاری کی کل روایات مکرّرات سمیت سات ہزار دو سو پچھتر (۷۲۷۵) ہیں اور کہا گیا ہے کہ مکررات کو ساقط کرنے کے بعد صرف چار ہزار کی تعداد رہ جاتی ہے۔ حافظ ابن حجر نے تحقیق کے بعد ان کی تعداد مقرر کی ہے۔ تمام احادیثِ بخاری مع مکرّرات کی تعداد ۷۳۹۷ ہے۔ اس میں تعالیق و متابعات شامل نہیں ہیں۔ ان کی کل تعداد ۱۳۴۱ ہے جن میں سے اکثر مکرر ہیں۔ اس طرح کل مرویاتِ صحیح بخاری ۷۳۹۷ + ۱۳۴۱ = ۸۷۳۸ ہیں۔

تکرار میں جدت کے لیے حافظ محمد بن طاہر مقدسی کا تبصرہ ہے: "..... فیعتقد من یری ذلک من غیر اہل الصنعۃ انہ تکرار ولیس کذلک لاشتمالہ علی فائدۃ زائدۃ ...."

اس پر بہرحال سب کا اتفاق ہے کہ امامِ موصوف جب کبھی ایک روایت کو دو ابواب یا دو کتب کے مختلف ابواب میں لاتے ہیں تو اس سے الگ الگ مسائل و احکام کا استنباط فرماتے ہیں۔ اس کا ثبوت ان کے متعلقہ تراجمِ ابواب سے ملتا ہے۔ یہ ضرور ہے کہ ہر باب میں وہ ترجمۃ الباب کے مطابق حدیثِ واحد کا صرف اتنا ہی حصہ نقل فرماتے ہیں جو اس حکم کو ثابت کرتا ہے۔ پوری حدیث و روایت صرف اس کے مرکزی باب و کتاب میں لاتے ہیں[1]

صحیح بخاری میں حضرت مروان کی انفرادی یا حضرت مسور کے اشتراک میں کل روایات کی تعداد انیس ۱۹ ہے۔ امام بخاری کے تفقہِ حدیث یا تعقلِ روایت کا ایک نمونہ یہ بھی ہے کہ حضرات مروان و مسور کی مشترکہ و مدغم روایت کو بھی دو عدد عطا فرمائے ہیں۔ شمار میں وہ دو حدیثیں ہیں اگرچہ ان کو ایک جگہ ایک متن کے بطور پیش فرمایا ہے۔ مکرّرات سمیت مروانؓ کی روایات اگرچہ انیس ۱۹ ہیں ورنہ اصلاً صرف چار روایات ہیں۔ ان میں سے تین حضرت مروان کی انفرادی سند پر مروی ہیں اور دو حضرت مسور کی متحدہ و مشترکہ سند سے۔ کل انیس مرویات بخاری میں سے تین انفرادی سند پر مروی ہیں اور بقیہ سولہ مشترکہ سند پر[2]

---

[1] ہدی الساری، مذکورہ بالا، فصل سوم، ۲۰ - ۱۹۔ حافظ ابن حجر نے حافظ محمد بن طاہر مقدسی کے الفاظ ان معانی میں نقل کیے ہیں۔.. "اعلم ان البخاری رحمہ اللہ کان یذکر الحدیث فی کتابہ فی مواضع، ویستدلّ بہ فی کل باب اسناد آخر، ویستخرج منہ بحسن استنباطہ وغزارۃ فقہہ معنیً یقتضیہ الباب الذی اخرجہ فیہ، وقلّما یورد حدیثاً فی موضعین باسنادٍ واحد ولفظٍ واحد، وانما یوردہ من طریق اخری لمعانٍ نذکرہا۔ واللہ اعلم بمرادہ منہا...."

[2] حضرات مروان بن حکم اور مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہما کی مشترکہ روایات کو دو دو احادیث قرار دینا اصلاً امام بخاریؒ کا کارنامہ ہے مگر اس کی تشریح و توضیح حافظ ابن حجر اور دوسرے شارحینِ حدیث نے کی ہے جیسا کہ اس مقالہ کے پہلے حصہ میں احادیثِ بزرگانِ مذکور کی عددی حیثیت کو ظاہر کیا گیا ہے۔

حافظ ابن حجر نے ہدی الساری، دسویں فصل، ۶۷ - ۶۶۵، میں صحیح بخاری میں مذکور ہونے والی تمام احادیثِ صحابۂ کرام کو خواہ موصول وارد ہوئی ہوں یا معلّق حروفِ تہجی کے اعتبار سے جمع کر دیا ہے۔ اس میں ہر صحابی کی کل مرویاتِ بخاری بلا تکرار کی تعداد متعین ہو جاتی ہے۔ ہمارے زیرِ بحث دونوں صحابہ کرام کے بارے میں ان کے الفاظ=

مضمون وموضوع کے اعتبار سے مرویاتِ حضرت مروان کا تعلق صرف چار واقعات ومسائل واحکام سے ہے۔ پہلی روایت کا تعلق حجِ تمتّع کے بارے میں حضراتِ طرفین ــ عثمان وعلی رضی اللہ عنہما ــ کے اختلافی مسلک ونظریہ سے ہے اور وہ کتاب الحج کے باب التمتع والافراد بالحج میں لائی گئی ہے۔ وفدِ ہوازن سے متعلق حضرات مسور ومروان کی مشترکہ روایت تین مقامات پر آئی ہے: اول کتاب العتق کے "باب من ملک من العرب رقیقاً فوہب وباع وجامع وفدی وسبیٰ الذریۃ" کے تحت یہ حکم نکالا ہے کہ عرب غلام کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قیدی وغلام بنا سکتے تھے، ان کو ہبہ کر سکتے تھے، ان کو فروخت کر سکتے تھے، ان کو جمع کر سکتے تھے، ان کا فدیہ قبول فرما سکتے تھے اور ان کے بال بچوں کو قید کر سکتے تھے۔ دوم مقام پر اس کو کتاب الہبۃ میں "باب من رای الہبۃ الغائبۃ جائزۃ" میں لا کر یہ واضح فرمایا ہے کہ کسی چیز کا غائبانہ ہبہ جائز ہے۔ جب کہ اسی روایت سے اسی کتاب میں "باب اذا وہب جماعۃ لقوم" کے تحت لا کر یہ بتایا ہے کہ ایک جماعت پوری ایک قوم کو ہبہ کر سکتی ہے۔[1]

صلح حدیبیہ سے متعلق مرویاتِ حضرت مروان وحضرت مسور کو دو کتابوں ــ "کتاب الشروط اور کتاب المغازی ــ" میں لایا گیا ہے۔ اول کتاب میں د۔ بواب میں نقل کیا گیا ہے اور دوسری کتاب میں صرف ایک ہی طویل باب میں۔ کتاب الشروط کے پہلے باب میں یہ حکم ومسئلہ نکالا ہے کہ اسلام قبول کرنے، احکام کی تعمیل میں اور بیعت کرنے میں کون سی شرطیں جائز ہیں۔ اس کتاب کے پندرہویں باب "باب الشروط فی الجہاد والمصالحۃ مع اہل الحرب وکتابۃ الشروط ــ" کے تحت یہ حکم اخذ کیا ہے کہ اہلِ حرب

= ہیں: "مروان بن الحکم الاموی حدیثان، المسور بن مخرمۃ بن نوفل الزہری ثمانیۃ احادیث..." یعنی حضرت مروان سے دو حدیثیں اور حضرت مسور سے آٹھ حدیثیں لی گئی ہیں۔ کل دس ہیں۔

یہاں دو نکتے قابلِ غور ہیں: اول حضرات مروان ومسور کی مشترکہ احادیث کو شمار نہیں کیا گیا۔ دوم ان دونوں راوی صحابہ کرام کی انفرادی روایات کو گنا گیا ہے۔

ان دونوں سے اہم تر نکتہ ایک اور ہے اس پر بحث آگے آ رہی ہے کہ وہ تفصیل کا متقاضی ہے۔

[1] مختلف ابواب میں ایک ہی حدیث مختلف سند یا لفظ سے لانے کی حکمت پر ملاحظہ ہو: ہدی الساری، فصل سوم، ۲۰-۱۹

کے ساتھ جنگ وصلح اور معاہدۂ صلح کی شروط میں کون کون شرطیں رکھی جا سکتی ہیں[۱]۔ کتاب المغازی میں تینوں کا تعلق غزوۃ الحدیبیہ اور سورۂ فتح ۱۸ سے ہے اور اس کی نوعیت تاریخی ہے[۲]۔ جبکہ آخری دو منفرد روایاتِ حضرت مروان کا تعلق حضرت زبیر بن عوام اسدیؓ کے مناقب سے ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب ترین، مسلمانوں میں بہترین[۳] اور خلافت کے اہل تھے۔

اسناد

مرویاتِ حضرت مروان میں امام بخاری کی تمام سندوں کا مطالعہ بھی خاصا دلچسپ، اہم اور نکتہ آفریں ہوگا۔ حدیث ۱۵۶۳ کی سند ہے: حدثنا محمد بن بشار حدثنا غندر حدثنا شعبۃ عن الحکم عن علی بن حسین عن مروان بن الحکم قال "شهدت عثمانَ وعلیاً رضی اللہ عنهما..... امام بخاری تک یہ روایت چھ واسطوں سے پہونچی تھی۔ حافظ ابن حجر کے مطابق حضرت مروان سے روایت کرنے والے حضرت علی بن حسین امام زین العابدین ہیں یعنی شہید کربلا حضرت حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما کے فرزندِ عالی مقام جو اپنے وقت کے فقیہِ امت، عالمِ انام اور امامِ طریقت تھے اور حضرت "امام" زین العابدین سے روایت کرنے والے حضرت حکم بن عتیبہ تھے جو کوفی فقیہ ہونے کے علاوہ امامِ عصر بھی تھے، باقی تین طبقات کے رواۃِ کرام بھی ثقہ،

۱؎ مذکورہ ۔ ل ہدی الساری۔

۲؎ امام بخاری نے کتاب المغازی، باب غزوۃ الحدیبیۃ کے ساتھ "وقول اللہ تعالیٰ: لقد رضی اللہ عن المؤمنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ" کا اضافہ بھی ترجمۃ الباب میں کیا ہے۔ یہ اضافہ اس باب کو ایک نئی جہت عطا کرتا ہے۔ امامِ موصوف ترجمۃ الباب میں متعلقہ آیاتِ قرآنی اکثر و بیشتر لاتے ہیں۔

۳؎ بظاہر حضرت زبیرؓ کے مناقب میں حضرت مروان کی دونوں روایات حضرت عثمان بن عفانؓ تک موقوف معلوم ہوتی ہیں لیکن حقیقت میں ایسا ہے نہیں۔ حضرت عثمانؓ کا حضرت زبیرؓ کے بارے میں فقرہ "..... وان کان لاحبهم الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔" اس کو موصول، مسند، مرفوع بنا دیتا ہے، کہ حضرت عثمان کا یہ اپنا خیال نہ تھا، بلکہ فرمودۂ نبوی تھا۔

معتمد اور مشہور حفاظ حدیث ہیں ۔[1]

احادیث ۸۰۔ ۲۵۳۹ کی سندِ بخاری یہ ہے: حدثنا ابن مریم قال: اخبرنا اللیث عن عقیل عن ابن شہاب ذکر عروۃ ان مروان والمسور بن مخرمۃ اخبراہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم..... **احادیث ۸۴-۲۵۸۳ کی سند یہ ہے:** حدثنا سعید بن ابی مریم حدثنا اللیث قال: حدثنی عقیل عن ابن شہاب قال: ذکر عروۃ ان المسور بن مخرمۃ رضی اللہ عنہما ومروان اخبراہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم.... **احادیث ۸-۲۶۰۷ کی سندِ امام یہ ہے:** حدثنا یحیٰی بن بکیر حدثنا اللیث عن عقیل عن ابن شہاب عن عروۃ ان مروان بن الحکم والمسور بن مخرمہ اخبراہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم....

---

[1] سلسلۂ سند کی مختصر تفصیل، ملاحظہ ہو: فواد سزگین تاریخ التراث العربی اول، تدوین حدیث نیز

محمد بن بشار عبدی بصری: ابوبکر کنیت، حدیث میں قانون و مہارت کے سبب بندار کے لقب سے مشرف، حدیث بصرہ کے جامع، محمد بن جعفر غندر، ابن ابی عدی محمد، عبدالوہاب ثقفی سے روایت کرنے والے، (۱۶۷-۲۵۲ھ م) وفات در بصرہ، ابن القیسرانی، الجمع بین رجال البخاری ومسلم، حیدرآباد دکن ۱۳۲۳ھ، ۴۳۵/۲؛

غندر: لقب غندر، اصل نام محمد بن جعفر ہذلی مولیٰ، بصری، کتابتِ حدیث میں صحیح ترین، شعبہ، سعید بن ابی عروبہ معمر، ابن جریج وغیرہ سے روایت کرنے والے، حافظ، متقن، مجوّد، وفات ۱۹۳ م۔ ابن القیسرانی ۴۳۶/۲؛ ذہبی ۸/۱-۲۷۶

شعبۃ (بن الحجاج ازدی) ۸۲--۱۶۰/۷۰۱-۷۷۶ء، بصری محدث، ثقہ، احوالِ محدثین کے اولین مدوّن، سزگین ۹/۱-۱۶۸۔

حکم بن عتیبہ کندی: حافظ، فقیہ، شیخِ کوفہ، بقول امام احمد: اثبت۔ حضرات ابوجحیفہ السوائی، قاضی شریح، ابووائل، ابراہیم، عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ، سعید بن جبیر وغیرہ سے روایت کرنے والے۔ (م ۱۱۵ھ) ذہبی، تذکرۃ الحفاظ ۱۱/۱-۱۱۰۔

علی بن الحسین (ہاشمی / امام زین العابدین) واقعۂ کربلا میں پچیس سال، بیمار کربلا کے نام سے مشہور، حضرات حسنین کے علاوہ حضرت عائشہ، ابوہریرہ، ابن عباس، مسور اور ابن عمر رضی اللہ عنہم وغیرہ سے روایت کرنے والے قلیل الحدیث، لیکن فقیہ، خلیفہ عبدالملک اموی کے محبوب دوست، عابد، زاہد۔ ذہبی تذکرۃ الحفاظ، ۷۱/۱-۷۰ (طبقہ سوم)

ان تینوں کا تعلق وفدِ ہوازن کے مسائل واحکام سے ہے اور تینوں کی سندوں میں اختلاف پایا جاتا ہے، جیسا کہ اوپر کی تفصیل سے واضح ہوتا ہے۔ ان سب میں حضرت مروان سے روایت کرنے والے حضرت عروہ بن زبیر اسدی (۲۳-۹۴ھ/۶۴۳-۷۱۳ء) اور ان سے نقل کرنے والے حضرت امام زہری (محمد بن مسلم بن شہاب/ مشہور ابن شہاب۔ ۵۰-۱۲۴ھ/ ۶۷۰-۷۴۲ء) اور امام زہری سے بیان کرنے والے حضرت عقیل بن خالد بن عقیل اموی (× - ۱۴۲ھ/) اور ان کی روایت لینے والے حضرت لیث بن سعد مصری (۹۴-۱۷۵ھ/ ۷۱۲-) مشترک ہیں۔ امام بخاری سے نقل کرنے والوں میں یا ان تک روایت پہونچانے والوں میں ایک حدیث میں ابن مریم ہیں اور دوسری میں سعید بن ابی مریم ہیں اور تیسری میں مختلف راوی یحییٰ ابن بکیر ہیں۔ گویا شیوخِ بخاری کا فرق واختلاف ہے اور اسی کے ساتھ روایت اور نقل کیے جانے والے الفاظ واصطلاحات کا فرق ہے جو سندی لحاظ سے بہت اہم ہے۔[1]

---

[1] لیث بن سعد مصری: امام مصر، امام زہری، سعید المقبری، یحییٰ بن سعید وغیرہ سے روایت کرنے والے، ولادت در شعبان ۹۴ھ وفات در شعبان ۱۷۵ھ؛ ابن القیسرانی، ۲/۴۳۳

عقیل بن خالد: ایلی، اموی، حضرت عثمانؓ کے موالی میں، قاسم، سالم، عکرمہ سے بالعموم اور زیادہ تر امام زہری سے روایت کرنے والے، امام زہری کی احادیث کے عظیم ترین عالم، ثقہ، اربابِ صحاح کے ہاں حجت، ذہبی، تذکرۃ الحفاظ ۱/۳-۱۵۲۔

ابن شہاب زہری: امام، حافظ، ثقہ، حضراتِ ابن عمر، سہل بن سعد، انس بن مالک اور صغار صحابہ وکبار تابعین سے روایت کرنے والے، بقول امام داؤد: ان کی دو ہزار دو سو احادیث میں سے نصف مسند ہیں عظیم ترین حفاظ ورواۃِ حدیث میں، ذہبی، تذکرۃ الحفاظ ۱/۶-۱۰۲ (طبقہ چہارم)

عروۃ بن زبیر: امام، عالمِ مدینہ، والد ماجد سے چند روایات کے راوی، حضرات زید بن ثابت، اسامہ بن زید، سعید بن زید، عائشہ، ابو ہریرہ وغیرہ سے روایت کرنے والے، حافظ، ثبت، عالمِ سیرت، عابد، زاہد، ذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ۱/۹-۵۸ (طبقۂ دوم)

ابن مریم/ سعید بن ابی مریم۔ سعید بن حکم بن محمد بن ابی مریم جمحی بصری (۱۴۴-۲۲۴ھ) ہیں، محمد بن مطرف، سلیمان بن بلال، محمد بن جعفر سے سماعت کی، حافظ شہیر، جمحی موالی، محدث بلد، حجۃ، ثقہ، فقیہ، کثیر الحدیث، ذہبی ۱/۲۵۵=

غزوۂ حدیبیہ کی اسانیدِ امام بخاری اور بھی دلچسپ اور توجہ کی طالب ہیں ۔ مرویات
۱۲-۲۷۱۱ کی سند یہ ہے: حدثنا یحیی بن بکیر حدثنا اللیث عن عقیل عن ابن شہاب
قال: اخبرنی عروۃ بن الزبیر انه سمع مروان والمسور بن مخرمة رضی اللہ عنہما یخبران
عن أصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال .... احادیث ۳۲-۲۷۳۱ کی سند امام یہ ہے: حدثنی
عبد اللہ بن محمد حدثنا عبد الرزاق اخبرنا معمر قال: اخبرنی الزہری قال: اخبرنی عروۃ
بن الزبیر عن المسور بن مخرمة و مروان — یصدّق کل واحد منہما حدیث صاحبه - قالا:
روایات ۵۸-۴۱۵۷ کی سندِ صحیح بخاری یہ ہے: حدثنا علی بن عبد اللہ حدثنا
سفیان عن الزہری عن عروۃ عن مروان والمسور بن مخرمة قالا .... حدیث ۷۹-۴۱۷۸
کی سند جامع صحیح یہ ہے: حدثنا عبد اللہ بن محمد حدثنا سفیان قال: سمعت الزہری
حین حدّث ھٰذا الحدیث حفظت بعضه، وثبتنی معمر عن عروۃ بن الزبیر عن المسور
بن مخرمة و مروان بن الحکم - یزید احدھما علی صاحبه - قالا ..... جب کہ احادیث
۸۱-۴۱۸۰ کی سند امام یہ ہے: حدثنی اسحاق اخبرنا یعقوب حدثنی ابن اخی ابن شہاب
عن عمه اخبرنی عروۃ بن الزبیر انه سمع مروان بن الحکم والمسور بن مخرمة یخبران
خبرًا من خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی عمرۃ الحدیبیة، فکان فیما اخبرنی عروۃ
عنہما أنه .... [1]

= ابن القیسرانی ۱/۵-۱۶۴

یحیی بن بکیر: محدث مصر، امام مالک و امام لیث کے شاگرد (صاحب) صاحبِ صدق وامانت
(م صفر ۲۳۱ھ) ذہبی، تذکرۃ الحفاظ ۲/۴۲۰ (طبقہ ہشتم) نیز ۲/۸

[1] عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ ابراہیم عبسی کوفی (م ۲۳۵ھ) ابو اسامہ، سفیان بن عیینہ، جعفر بن عون
وغیرہ سے روایت کرنے والے۔ ابن القیسرانی، ۱/۲۵۹؛

عبد الرزاق بن ہمام حمیری مولیٰ، صنعانی (م ۱۲۶-۲۱۱ھ) معمر، ابن جریج، ثوری وغیرہ سے
روایت کرنے والے، معمر کی روایات میں اختلاف کی صورت میں ان کی روایت کو ترجیح، ابن القیسرانی ۱/۳۲۹

معمر بن راشد ازدی البصری (م ۱۵۳ھ) ساکنِ یمن، زہری، ہمام بن منبہ، ہشام بن عروہ وغیرہ سے امام، حجہ، احد الاعلام
عالمِ یمن، عبد الرزاق نے دس ہزار حدیثیں ان سے لکھیں، ذہبی، ۱/۹-۱۷۸؛ ابن القیسرانی ۲/۵۰۶

علی بن عبد اللہ سعدی مولیٰ بصری (م ۲۳۴ھ): سفیان بن عیینہ، یحیی قطان، مروان بن معاویہ =

جیسا کہ اوپر کی تفصیل سے واضح ہے کہ مرویاتِ صلح حدیبیہ کی تمام سندوں میں حضرت مروان سے امام زہری تک قطعی اتفاق ہے جبکہ بعد کے طبقات میں راویوں کا فرق بہت ممتاز ہے۔ رواۃ کے اختلاف سے زیادہ اہم اور نکتہ آفریں دوسری چیزیں ہیں۔ حدیث ۱۲-۲۷۱۱ میں امام بخاری نے اولین دونوں راویوں کے لیے "رضی اللہ عنہما"[۱] کا معروف و محترم نشانِ صحابیت استعمال کیا ہے۔ اسی میں دوسری اہم چیز علامتِ اتصال ہے کہ ان دونوں رواۃ کرام نے اصحابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے واقعۂ حدیبیہ کی حدیث سنی تھی۔ اس کے بعد کی دو احادیث میں یہ وضاحتِ امام / راوی بہت اہم کہ حضرت مروان اور حضرت مسور کی روایات کو جو مدغم کیا گیا ہے وہ اس بنا پر کہ دونوں صاحب ایک دوسرے کی تصدیق کرتے ہیں، جبکہ اس کے بعد کی مرویات میں یہ کہا گیا ہے کہ دونوں میں سے ایک اپنے صاحب کی روایت پر اضافہ کرتے ہیں۔ ان روایات میں ایک دوسری سند سے تثبیت و اثبات اور تصدیق

= وغیرہ سے روایت کرنے والے متعدد مقامات پر بخاری نے ان کی روایات لی ہیں، ابن القیسرانی ۱/۲۵۶

سفیان بن عیینہ ہلالی (م ۱۰۷-۱۹۸ھ) ابو محمد کنیت، امامِ وقت، زہری، عمرو بن دینار وغیرہ تابعین سے راوی، ابن القیسرانی ۱/۱۹۵-۱۹۶

اسحاق بن منصور ہیں یا اسحاق بن ابراہیم - ابن القیسرانی ۱/۳۰ ومابعد

یعقوب بن ابراہیم زہری (م ۲۰۸ھ) مدنی عراقی، والد کے علاوہ ابن اخی الزہری وغیرہ سے روایت کی، ثقہ، ابن القیسرانی ۲/۵۸۸-۵۸۹ - ذہبی ۱/۳۰۶-۳۰۷،

ابن اخی ابن شہاب، اصل نام محمد بن عبداللہ بن مسلم زہری (م آخر خلافتِ منصور)

۱۵ امام بخاری کی مرویات مروان و مسور میں رضی اللہ عنہما کا مقام استعمال یا عدم استعمال دلچسپ اور معنی خیز ہے۔ متعدد سندوں میں امام موصوف نے دونوں اولین راویوں کے لیے "رضی اللہ عنہ / عنہما" کا ذکر نہیں کیا ہے، خواہ وہ انفرادی ہوں یا مشترکہ۔

مشترکہ سندِ حدیث ۲۵۸۳-۸۴ میں حضرت مسور بن مخرمہ کے لیے رضی اللہ عنہما لایا گیا ہے جو ان کے ساتھ ان کے والد ماجد کی صحابیت پر دلالت کرتا ہے اور وہ حضرت عروہ راوی دوم کا فقرہ معلوم ہوتا ہے۔ انھیں راوی دوم نے حدیث ۱۲-۲۷۱۱ میں حضرات مروان و مسور کے لیے اس کا استعمال کیا ہے، جو ان دونوں کی صحابیت کی علامت ہے۔

بھی فراہم کی گئی ہے [1]

آخری دو مرویاتِ بخاری میں سے حدیث ۳۱۷ کی سند یہ ہے۔ حدثنا خالد بن مخلد حدثنا علی بن مسہر عن ہشام بن عروۃ عن ابیہ قال: اخبرنی مروان بن الحکم قال.... جبکہ حدیث ۳۱۸ کی سند اس طرح ہے: حدثنا عبید بن اسماعیل حدثنا ابو اسامۃ عن ہشام اخبرنی ابی سمعت مروان بن الحکم..... ان دونوں میں ہشام بن عروہ تک سندیں یکساں ہیں، جبکہ ان سے نقل کرنے والے اور امام بخاری کے شیوخ دونوں میں مختلف ہیں [2]

اسنادی۔روایتی ثقاہت

جامع صحیح کے مؤلفِ علّام نے جن روایات، اخبار اور احادیث کو قبول کیا ہے ان میں سے بعض پر اسنادی اور درایتی۔روایتی لحاظ سے نقد بھی کیا گیا ہے۔ مرویاتِ بخاری کے ناقدین کے سرخیل امام دارقطنی ہیں (ابوالحسن علی بن عمر بن احمد ۳۰۵۔ ۳۸۵ھ/۹۱۸۔ ۹۹۵ء) بعض دوسرے ناقدینِ فن نے بھی بعض روایات پر کلام کیا ہے۔ حافظ ابن حجر نے اپنی شرحِ صحیح بخاری کے مقدمہ 'ہدی الساری' میں خاص ایک باب اس پر باندھا ہے اور ان تمام تنقیدوں، تبصروں اور تنقیصوں کا تجزیہ کیا ہے جو امام بخاری کی روایات پر کی گئی ہیں۔ امام ابن حجر عسقلانی نے کتاب بہ کتاب امام دارقطنی اور دوسرے نقادانِ حدیث کی آراء جمع کر دی ہیں اور ظاہر ہے کہ صرف احادیث و مرویات کا ان میں احاطہ کیا ہے جن میں کسی قسم کا فنی سقم یا علّت پائی جاتی ہے۔ یہ بہت اہم بات ہے کہ حضرت مروان بن حکم رضی اللہ عنہ کی ایک بھی روایت

---

[1] دو یا دو سے زیادہ رواۃ کی احادیث و مرویات کو مدغم و آمیز کر کے بیان کرنا۔

[2] خالد بن مخلد بجلی کوفی (م ۲۱۳ھ) سلیمان بن بلال، علی بن مسہر وغیرہ سے راوی، ابن القیسرانی ۱/۱۲۱
علی بن مسہر (م ۱۸۹ھ): ابوالحسن کنیت، نواحی موصل کے قاضی، ابو اسحاق شیبانی، اعمش وغیرہ کے راوی۔ ابن القیسرانی ۱/۳۵۵ عبید بن اسماعیل (م ۲۰۵ھ): ابو محمد ہباری قرشی، کوفی، ابو اسامہ سے روایت کرنے والے۔ ابن القیسرانی ۱/۳۲۱
ابو اسامہ حماد بن اسامہ لیثی (م ۲۰۱ھ) مولیٰ خاندانِ حضرت علی، ہشام بن عروہ، اعمش وغیرہ سے روایت۔ ابن القیسرانی ۱/۱۰۴

و حدیث اس معرضِ نقد و اعتراض میں نہیں آئی ہے۔ یہاں حضرت مروان کی اپنی ثقاہت و عدالت سے بحث نہیں ہے، بلکہ ان کی مرویات کی اسنادی۔ روایتی صحت و ثقاہت سے تعلق ہے[1] وہ امام بخاری جامع روایاتِ مروان کے نزدیک صحیح، ثابت، معتبر تو تھیں ہی، دوسرے ناقدینِ فن اور مبصرینِ علم کے نزدیک بھی خالی از علل اور قابلِ اعتماد ٹھہری ہیں[2]۔

حضرت مروان کی بطور راوی ثقاہت و عدالت

حضرت مروان کی مرویات کا قبول کرنا اور وہ بھی امام بخاری جیسے عظیم ترین محدّث اور محتاط ترین ماہرِ فن اور متقی ترین بزرگ کے ذریعہ خود راوی گرامی کی ثقاہت و عدالت کا جیتا جاگتا ثبوت ہے کہ اس کے بعد کسی دوسرے ثبوت کی ضرورت نہیں، لیکن چونکہ حضرت مروان پر بطورِ راوی طعن بھی کیا گیا ہے لہٰذا دوسرے ثبوت، دلائل اور براہین ان کے حق میں پیش کیے جا رہے ہیں۔

حافظ ابن حجر نے اپنے مقدمۂ شرح بخاری کی نویں فصل[3] ان رجال و رواۃ پر

---

[1] اس بحث کے لیے ملاحظہ ہو: ہدی الساری مقدمۃ فتح الباری، مذکورہ بالا، فصل ہشتم ۴۸ - ۵۰۵ بالخصوص کتاب الحج، کتاب العتق، کتاب الھبۃ، کتاب الشروط، کتاب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور کتاب المغازی جن میں مرویاتِ حضرت مروان آئی ہیں۔

[2] جیسا کہ آگے تفصیل آتی ہے کہ امام مسلم کے سوا باقی تمام بزرگ حفّاظ و رواۃِ حدیث نے ان کی مرویات لی ہیں اور ان سے استناد بھی کیا ہے۔

[3] ہدی الساری، مذکورہ بالا، فصل نہم، بالخصوص ۲۵ - ۶۲۴؛ امام بخاری، التاریخ الکبیر، ۴/۹ - ۳۶۸ نے اختصار سے کام لیا ہے: ۱۵۷۹۔ مروان بن الحکم بن ابی العاص، ابو عبدالملک الاموی القرشی یعدّ فی اہل المدینۃ۔ سمع عثمان بن عفان وبسرۃ"۔ حضرت مروان کی صحابیت پر بحث کافی تحقیق و تفصیل چاہتی ہے۔ اس لیے ان شاء اللہ اس پر گفتگو پھر کبھی ہوگی۔

حضرت سہل بن سعد ساعدی کی کنیت ابو العباس / ابو یحییٰ تھی۔ وفاتِ نبوی کے وقت ان کی عمر پندرہ سال تھی۔ اس بنا پر کہا جا سکتا ہے کہ ان کی ولادت ۶۱۷ء میں یعنی ہجرتِ نبوی سے =

باندھی ہے جن پر طعن کیا گیا ہے ۔ اس میں حضرت مروان بن حکم کا نام نامی بھی شامل ہے۔ حافظ موصوف نے طعن و دفاع طعن بلکہ دفاع و تصدیق بخاری کا فریضہ انجام دیا ہے۔ ان کی بحث مختصر کا خلاصۂ کامل یہ ہے : کہا جاتا ہے کہ حضرت مروان کو رؤیت نبوی یعنی صحابیت کا شرف حاصل تھا، اگر یہ ثابت ہو جائے تو جن لوگوں نے ان کے بارے میں کلام کیا ہے تو ان کے لیے بھی طعن و کلام جائز نہ ہوگا ۔ حضرت عروہ بن زبیر فرماتے تھے کہ حضرت مروان کو روایتِ حدیث میں متّہم و مطعون نہیں کیا جاتا تھا ۔ حضرت سہل بن سعد ساعدی جیسے صحابی جلیل (م ۸۸ھ / ۷۰۷ء) نے ان کی صداقت پر اعتماد کیا ہے اور ان سے روایت کی ہے ۔ طعن کرنے والوں نے حضرت مروان پر اس لیے زبانِ طعن درازی کی ہے کہ انھوں نے واقعۂ جمل میں حضرت طلحہ بن عبید اللہ تیمی (م ۳۶ھ / ۶۵۸ء بعمر ۶۴) جیسے صحابی کو تیر کا نشانہ بنایا اور قتل کر دیا ۔ پھر خلافت کے حصول کے لیے تلوار سونتی اور جو کچھ کیا سو کیا ۔ جہاں تک حضرت طلحہ کے قتل کا معاملہ ہے اس کی تاویل کی گئی ہے اور اسماعیلی وغیرہ محدثین و مورخین نے ان کو اس سے بری قرار دیا ہے۔ اس کے بعد جو کچھ ہوا اس کے باوجود بہت سے بزرگوں، تابعیوں حتی کہ ایک صحابی نے ان سے روایت کی ۔ ان میں حضرات سہل بن سعد ساعدیؓ، عروہ بن زبیر اسدیؒ، علی بن حسین زین العابدین ہاشمیؒ، ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن حارث مخزومیؒ (ولادت در خلافت عمرؓ ۔ م ۹۴ھ) نے ان کی روایات قبول کی ہیں ۔ امام بخاری نے ان تمام بزرگ راویوں کی حضرت مروان کی روایات اپنی صحیح میں نقل کی ہیں ۔ غالباً اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر اسدی (۱ ۔ ۷۲ھ / ۶۲۳ ۔ ۶۹۱ء) کی بابت حضرت مروان کی مخالفت و اختلاف ظاہر نہیں ہوا تھا اور اس کے علاوہ مروان مدینہ منورہ کے امیر رہے تھے ۔ امام مالک بن انس (۹۳ ۔ ۱۷۹ھ / ۷۱۲ ۔ ۷۹۵ء) نے ان کی احادیث و آرا پر اعتماد کیا ہے اور سوائے امام مسلم بن حجاج قشیریؒ (۲۰۲ ۔ ۲۶۱ھ / ۸۱۷ ۔ ۸۷۵ء) کے

= پانچ سال قبل ہوئی تھی۔ ان کو طویل زندگی ملی خلیفہ عبدالملک بن مروان اموی کے زمانے تک حیات تھے ۔ کہا جاتا ہے کہ وہ مدینہ منورہ میں آخری وفات پانے والے صحابی تھے ۔ ان کی تاریخ وفات پر اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض دوسری تاریخوں میں ۹۱ھ اور ۹۶ھ بھی بتایا گیا ۔ ایک روایت ہے کہ ان کی عمر سو سال ہو گئی تھی ۔

تمام دوسرے علماءِ حدیث و راویانِ فن نے ان پر اعتماد کیا ہے[۱]

حافظ ابن حجر کی اس بحث میں بعض نکات قابلِ غور و تحقیق و نظرِ ثانی بھی ہیں۔ ان کا تجزیہ بعد میں آئے گا۔ یہاں جس انداز سے انھوں نے حضرت مروان کی ثقاہت و عدالت در روایت ثابت کی ہے وہ کافی ہے۔ خاص طور سے یہ نکتہ کہ ان سے ایک صحابیٔ جلیل نے روایت لی ہے اور تابعین میں سے امام عروہ، امام زین العابدین اور امام ابوبکر بن عبدالرحمٰن وغیرہ نے۔

(ج) تجزیہ و تنقید

حضرت مروان بن حکم اموی کی شخصیت و کردار کے تعلق سے محدثین کرام مختلف طبقات میں منقسم نظر آتے ہیں۔ ایک طبقہ ان کو صحابی تسلیم کرکے الصحابۃ کلّھم عدول (صحابہ

---

[۱] اسماعیلی سے مراد امام ابوبکر احمد بن ابراہیم اسماعیلی جرجانی شافعی (۲۷۷ - ۳۷۱ھ/۸۹۰ - ۹۸۱ء) ہیں۔ ان کے معاصرین کا اتفاق ہے کہ وہ اپنے زمانہ میں عظیم محدثین میں سے تھے۔ انھوں نے صحیح بخاری کی تنقیح کی تھی۔ ملاحظہ ہو: فؤاد سزکین، تاریخ التراث العربی، جلد اول (علوم القرآن والحدیث) ۷.۴۔

حضرت مروان پر حضرت طلحہ کو قتل کرنے کا الزام انتہائی مضحکہ خیز ہے۔ تاریخی روایات میں ایک دوسری روایت یہ ملتی ہے کہ صحابیٔ موصوف کو ایک "انجانے تیر" "سہم غرب" نے شہید کیا تھا۔ اس کے علاوہ بہت سے دوسرے عقلی و نقلی دلائل ہیں۔ ملاحظہ ہو: ابن سعد ۴۳/۵ - ۳۵ انھوں اس الزام کا ذکر کیا ہے اور نہ ان کے والد حضرت حکم بن العاص کی طائف جلاوطنی کا۔ طبری، ۵۰۸/۴ پر عبارت ہے: وجاء طلحۃ سہم غرب یخل رکبتہ.... اگلے صفحہ پر دوسری روایتِ واقعۂ جمل میں ہے: اصابت طلحۃ رمیۃ فقتلتہ۔ حافظ ابن حجر کی یہ تاویل کہ حضرت عبداللہ بن زبیر کے بارے میں حضرت مروان کا موقف واضح نہیں ہوا تھا، صحیح نہیں کہ مذکورہ تمام رواۃ نے بعد میں وفات پائی۔

ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن حارث مخزومی، ولادت در خلافتِ عمر، واقعہ جمل میں نابالغ ہونے کے سبب مسترد، مدینہ کے سات عظیم ترین فقہاء میں شمار، اپنے والد کے علاوہ حضرات عمّار بن یاسر، ابومسعود بدری، عائشہ، ابوہریرہ وغیرہ سے روایت کرنے والے، ثقہ، حجۃ، فقیہ، امام، کثیر الروایہ، صالح، عابد، تمام "دواوین الاسلام" میں ان کی حدیثیں ملتی ہیں۔ ذہبی، تذکرۃ الحفاظ، اول ۶۰ (طبقۂ دوم)۔ ابن القرانی ۵۰۱/۲ نے حضرت مروان سے روایت کرنے والوں میں حضرت عروہ بن زبیر کا اضافہ کیا ہے۔

سب کے سب عادل ترین ہیں) کے اصول کے تحت ان کی روایات قبول کرتا ہے اور بقول حافظ ابن حجر اس صورت میں ان پر نقد و اعتراض اور ان کی احادیث پر طعن و تشنیع صحیح نہیں ہے۔ ان میں کا ایک ذیلی طبقہ ہے جو ان کی رؤیتِ نبوی تو تسلیم کرتا ہے مگر ان کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت نہ کرنے پر اصرار کرتا ہے[1]۔ دوسرا طبقہ ان کو صحابی نہیں تسلیم کرتا اور تابعی مان کر ان کی روایات و احادیث قبول کرتا ہے اور روایت کے باب میں ان کو ثقہ سمجھتا ہے یا کم از کم مطعون نہیں گردانتا۔ البتہ ان کی روایات کو موقوف و منقطع گردانتا ہے کہ راویٔ محترم اپنی سند نہ تو کسی خاص، معلوم اور مستند صحابی تک پہونچاتے ہیں نہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک اسے مرفوع کرتے ہیں[2]۔ تیسرا طبقہ زیادہ کشمکش، حیرانی اور الجھن کا شکار نظر آتا ہے کہ وہ ان کی صحابیت کا علانیہ منکر ہے مگر بطور صحابی ان کی مرویات قبول بھی کرتا ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر نے ایک سے زیادہ مقام پر ان کو غیر صحابی اور ان کی روایات کو مرسل / مرسلہ قرار دیا ہے مگر جب صحابہ کرام کی مرویاتِ بخاری گنانے بیٹھے تو ان کو صحابی مان کر اور ان کی روایات کو مراسیلِ صحابہ کرام کے زمرہ میں شمار کر کے اپنے

---

[1] حافظ ابن کثیر دمشقی کا حوالہ گذر چکا جس کے مطابق حضرت مروان اموی "طائفۃ کثیرۃ" کے نزدیک صحابی ہیں کیونکہ وہ حیاتِ نبوی میں پیدا ہو چکے تھے اور آپؐ سے صلح حدیبیہ کے بارے میں حدیث روایت کرتے ہیں۔

ابن سعد، ۵/۳۶ کی ایک مجموعی روایت ہے کہ وفاتِ نبوی کے وقت حضرت مروان کی عمر آٹھ سال تھی اور وہ اپنے والد کے ساتھ برابر مدینہ میں رہے۔ ابن القیسرانی، ۲/۲-۵۰۱ کے مطابق: "کہا جاتا ہے کہ انھوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تھا" یہ واقدی کا قول ہے۔ مگر آپؐ سے کوئی روایت محفوظ نہیں رکھی (ولم یحفظ عنہ شیئاً) وفاتِ نبوی کے وقت وہ آٹھ سال کے تھے۔

[2] التاریخ الکبیر کے حوالہ سے امام بخاری کا بیان گذر چکا کہ حضرت مروان حضرت عثمان و بسرۃ سے روایت کرتے ہیں۔ انھوں نے حضرت مروان کے دوسرے "شیوخِ حدیث" کا ذکر نہیں کیا جو عدمِ صحابیت یا عدمِ روایت از نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم و صحابہ کرام پر دلالت کرے۔ ابن القیسرانی کے مطابق وہ ان کے علاوہ حضرات علی بن ابی طالب، زید بن ثابت اور عبدالرحمٰن بن الاسود سے بھی روایت کرتے ہیں۔ ابن سعد نے اضافہ کیا ہے کہ حضرت مروان نے حضرت عمر بن خطاب کے علاوہ حضرت سہل بن سعد ساعدی سے بھی روایت کی ہے۔ موخرالذکر نے حضرت مروان سے بھی روایت کی ہے۔ ممکن ہے دونوں ایک دوسرے کے راوی ہوں۔

علانیہ بیان کی مخالفت کر گئے ہیں۔[۱]

جن ائمہ کرام اور حفاظِ حدیث نے حضرت مروان کی روایات واحادیث قبول نہیں کیں یا ان سے روایت نہیں لیں تو یہ ان کی ثقاہت و عدالت حتیٰ کہ صحابیت کی نفی نہیں کرتی۔ کیونکہ بہت سے اماماِن حدیث اور رواۃِ مرویات نے بہت سے صحابہ کرام بالخصوص اکابرِ صحابہ اور ان گنت مستند تابعین وغیرہ کی روایات نہیں لی ہیں۔ اس لیے امام مسلم اور دوسرے بزرگانِ فن نے اگر ان کی احادیث و روایات نہیں لیں تو یہ ان کی عدم ثقاہت کی دلیل نہیں۔ یہ اصول سب کے ہاں تسلیم شدہ اور متفقہ ہے اور اسے اجماعِ محدثین و اتفاقِ اصولیین کہا جاتا ہے کہ کسی راوی کی روایت نہ لینا اس کی کمزوری، ضعف، یا غیر معتبر ہونے کی شہادت نہیں ہے۔[۲]

بعض مبصرین کرام اور ناقدینِ فن کا یہ خیال ہے کہ حضرت مروان بن حکم اموی روایتِ حدیث میں متہم و مطعون نہ تھے خواہ ان پر قتل و غارتگری، خلافت کے لیے تلوار سونت لینے اور بالجبر قبضہ کرنے اور دوسرے بہت سے غیر اخلاقی، غیر اسلامی اور غیر انسانی امور میں ملوث ہونے کا الزام ہو۔ لیکن یہ خیال محلِ نظر ہے۔ اکابرِ محدثین اور متقی رواۃ کا تو غیر متزلزل اصول یہ رہا ہے کہ وہ معمولی سی معمولی لغزشِ کردار اور اسفل ترین زلّتِ قدم کو روایتِ حدیث کی صیانت و دیانت اور حفاظت کے خلاف سمجھتے رہے ہیں۔[۳]

---

[۱] فتح الباری، فصل دہم، ۶۷ - ۶۶۵۔

[۲] اس ضمن میں حافظ ابن حجر عسقلانی کے مقدمہ کا متعلقہ مبحث ملاحظہ ہو۔

[۳] امام بخاری کی التاریخ الکبیر ۴/۳۶۸ میں محقق و مرتبِ کتاب نے مسند احمد بن حنبل (۱-۶۴) تہذیب (۱۰-۹۲) کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ خاندانِ زبیر بن عوام اسدی کے بارے میں خاص کر اور دوسری روایات میں حضرت مروان کو متہم نہیں کیا جاتا تھا۔ اصابہ کے خاکۂ حضرت مروان میں اور فتح الباری کے مقدمہ میں حافظ ابن حجر نے حضرت عروہ بن زبیر کا قول نقل کیا ہے: "کان مروان لا یتّہم فی الحدیث"

تدلیس روایتِ حدیث میں ایک معمولی جرم ہے لیکن امام بخاری نے مدلّسین کی روایات قبول نہیں کیں۔ ایسے واقعاتِ حزم واحتیاط کے لیے سیرۃ البخاری کے علاوہ دوسری کتب میں امام بخاری کی جرح و تعدیل کے اصول اور قبول و عدم قبولِ روایات پر ابواب ملاحظہ ہوں۔

اکابر محدثین کرام بالخصوص امام بخاری نے حضرت مروان بن حکم اموی کی روایات واحادیث قبول کیں اور ان سے استناد کیا، ان سے احکام کا استنباط کیا اور مسائل کی تفریع کی۔ یہ نہ صرف ان کی روایتِ حدیث میں ثقاہت کی ضامن وشاہد ہے بلکہ ان کے عظیم کردار و بے داغ شخصیت اور مثالی حیات کی بھی ناقابلِ تردید دلیل ہے۔ اس سے زیادہ ان کے معاصرین صحابۂ کرام اور تابعینِ عظام کی ان سے اخذِ روایت ان کے مقامِ عالی منزلت خاص کر روایتِ حدیث کے فن میں ان کی جلالت، عظمت اور عدالت کی شہادتِ عادلہ ہے۔[1]

---

[1] حضرت مروان اموی سے صحابیٔ جلیل حضرت سہل بن سعد ساعدیؓ اور تابعینِ عظام جیسے علی بن حسین ہاشمی، عروہ بن زبیر اسدی اور ابوبکر بن عبدالرحمٰن اور غالباً دوسرے متعدد رواۃ نے متعدد مواضع / مقامات پر روایت کی ہے، صرف کسی ایک خاص جگہ یا باب میں نہیں۔ یعنی ان سے بزرگانِ امت اور شیوخِ حدیث کی روایتِ حدیث کو حادثہ، اتفاقی یا محدود نہیں قرار دیا جا سکتا۔

عہدِ خلافتِ معاویہ میں حضرت مروان اپنی امارتِ مدینہ کے دوران صحابہ کرام کو جمع کر کے ان سے مشورہ کرتے اور ان کے اجماع کے مطابق عمل کرتے جیسا کہ ابن سعد ۵/۳۴ کا بیان ہے۔

اسلامی معاشرت پر مولانا سید جلال الدین عمری کی ایک قیمتی اور اہم کتاب

مسلمان خواتین کی ذمہ داریاں

صفحات: ۶۰ قیمت: ۸ روپئے

اس وقیع کتاب کا انگریزی ترجمہ

MUSLIM WOMEN: ROLE AND RESPONSIBILITIES

کے نام سے شائع ہوا ہے۔ انگریزی جاننے والے قارئین کے لیے ایک تحفہ۔ صفحات: ۶۰ قیمت: ۲۰ روپیے

ملنے کا پتہ: مکتبہ تحقیق و تصنیف اسلامی۔ پان والی کوٹھی۔ دودھ پور۔ علی گڑھ۔ ۲۰۲۰۰۲